دین کے معاملہ میں جبر جائز نہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰؍مارچ ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے سورۃ بقرہ کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:-

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ: ۲۵۷، ۲۵۸)

حضور انور نے ان آیات کا ترجمہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں کیونکہ ہدایت اور گمراہی کا باہمی فرق خوب ظاہر ہو چکا ہے۔ پس سمجھ لو کہ جو شخص اپنی مرضی سے نیکی سے روکنے والے کی بات ماننے سے انکار کرے اور اللہ پر ایمان رکھے تو اس نے ایک نہایت مضبوط قابلِ اعتماد چیز کو جو کبھی ٹوٹنے کی نہیں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اللہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے دوست نیکی سے روکنے والے ہیں وہ انہیں روشنی سے

نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہ لوگ آگ میں پڑنے والے ہیں وہ اس میں رہیں گے۔ پھر فرمایا۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین میں کوئی جبر نہیں۔ دین کے معنی لغت عربی نے یہ کئے ہیں **اَلطَّاعَةُ وَالْجَزَاءُ** اطاعت کرنا یا اعمال پر جزا کا دیا جانا۔ **وَاسْتَعِيْرُ لِلشَّرِيْعَةِ** اور استعارۃً اسے شریعت اور مذہب کے لئے بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کے معنی کو اس آیت میں ظاہر کیا ہے **وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ** کہ انہوں نے اپنی اطاعت خدا کے لئے جو انہوں نے اطاعت کی، خدا کے حکم کو مانا اس میں انہوں نے اخلاص کا ثبوت دیا۔ مخلص ہو کر اطاعت کی اور مفردات راغب میں ہے کہ اس کے معنے جو **الطَّاعَة** اطاعت کے ہیں۔ **فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ فِي الْحَقِيْقَةِ اِلَّا بِالْاِخْلَاصِ** کہ حقیقی اطاعت اخلاص کے بغیر ممکن نہیں اور اخلاص جو ہے وہ جبر کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتا۔ **وَالْاِخْلَاصُ لَا يَتَأَتّٰى فِيْهِ الْاِكْرَاهُ** جبر کے نتیجہ میں اخلاص نہیں پیدا ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے اور اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے حقیقی اطاعت نہیں ہوتی اور حقیقی اطاعت نہ ہونے کی وجہ سے کوئی جزا سزا کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔

دین کے معنی اطاعت اور جزا یا شریعت کے ہیں لیکن یہاں دین کا لفظ نہیں بلکہ الدّین کا لفظ ہے یعنی وہ اطاعت جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد شریعتِ اسلامیہ میں کرتا ہے۔ وہ اطاعت جو اللہ تعالیٰ کی محبت سے اس کے عرفان سے اس کی معرفت حاصل کرنے کے بعد دلوں میں پھوٹتی اور جوارح سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ وہ اطاعت ہے جس کا مطالبہ اسلام کرتا ہے اور یہ وہ اطاعت ہے جس پر اللہ تعالیٰ وہ انعامات عطا فرماتا ہے جس پر ان جنتوں کا خدا تعالیٰ نے وعدہ دیا گیا ہے، جس کی بشارتیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہیں اور اگر اس کے معنی شریعت کے ہوں تو الدّین کے معنے ہوں گے کامل شریعت جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نوعِ انسانی کے ہاتھ میں دیا گیا۔

یہاں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کردی گئی ہے کہ اطاعتِ حقیقی کا امکان ہی نہیں جبر کے ذریعہ سے۔ کیونکہ اس کی بنیاد اخلاص پر، اس کی بنیاد خدا تعالیٰ کے پیار پر، اس کی بنیاد خدا تعالیٰ کی معرفت کے حصول پر، اس کی بنیاد حضرت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی

بن کر خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول پر ہے اور جبر کے ساتھ اگر کسی سے ایمان کا اعلان کروایا جائے یا جبر کے ساتھ اگر کسی سے نیکیاں کروائی جائیں یا جبر کے ساتھ کوئی شخص یہ کہے کہ میرا دل بھی تصدیق کرتا ہے کہ اسلام ایک صداقت اور بنی نوع انسان کے شرف کے لئے آیا ہے تو اس کے نتیجہ میں وہ جو علام الغیوب ہے وہ ہستی تو کوئی جزا اس کے اوپر نہیں اس کو دے سکتی۔ تو اس اطاعت و جزا کو میں نے ایک مفہوم میں بریکٹ کر دیا ہے کہ اطاعت کے ساتھ جزا کا تعلق ہے خالص اطاعت موعودہ جزا کی بشارت دیتی ہے یعنی جو مقبول اعمال ہیں اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل کرتا، ان سے پیار کرتا، ان کا دوست بن جاتا ہے، ان کو جیسا کہ اگلی آیت میں ہے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے آتا ہے۔ ان راہوں کو منور کرتا ہے جو انہیں خدا تعالیٰ کے پیار کی طرف لے جانے والی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہیں ہیں وہ ان پر کھولی جاتی ہیں، ان پر چلنے کی انہیں توفیق عطا کی جاتی ہے۔ یہ چیزیں جبر سے نہیں ہوتیں اور نہ اس قسم کی کوئی جزا یا ثواب مل سکتا ہے جو جبراً کروائے جائیں۔

یہاں خدا تعالیٰ نے ایک دلیل بڑی واضح کر کے دے دی قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ضلالت اور گمراہی کا فرق کھول کر بیان کر دیا۔ ہر شخص جو اپنی فطرتی قوتوں کی صحیح نشو ونما کرنے والا ہے اگر اسے صحیح غور وفکر کی توفیق ملے تو وہ اس نتیجہ پہ پہنچے گا بغیر کسی جبر کے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اس کی بھلائی اور خیر کے لئے ہے لیکن جو شخص ہوائے نفس کے بندھنوں میں خود کو باندھ لے اور شیطان کا غلام ہو جائے تو ظاہری اور مادی سختیاں اور جبر و تشدد جو ہے وہ شیطان کی رسیاں ہیں جو انسان کے لئے تیار کی ہیں، گمراہ کرنے کے لئے انسان کو، ان کو تو نہیں کاٹا کرتیں۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے جو اکراہ کے معنی ہیں کہ دوسرے کو مجبور کرنا حالانکہ وہ کراہت محسوس کرتے ہیں دین اسلام سے لیکن مجبور کرنا کہ اس کے برعکس تم اپنی محبت کا اعلان کرو اس پر بعض اور آیات قرآنی بھی روشنی ڈالتی ہیں سورۃ نحل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ

بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النحل:۱۰۷) جو لوگ بھی اپنے ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کریں سوائے ان کے جنہیں کفر پر مجبور کیا گیا ہو لیکن ان کے دل ایمان پر مطمئن ہوں وہ گرفت میں نہ آئیں گے (جن کا دل مطمئن ہے) ہاں وہ جنہوں نے اپنا سینہ کفر کیلئے کھول دیا ہو ان پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا غضب نازل ہوگا اور ان کے لئے بڑا بھاری عذاب مقدر ہے اور پھر فرماتا ہے اس کے بعد اور ایسا اس سبب سے ہوگا، اگلی آیت میں ہے کہ انہوں نے اس ورلی زندگی سے محبت کر کے اسے آخرت پر مقدم کر لیا اور نیز اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کفر اختیار کرنے والے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا تو ایک شخص کفر کی راہوں کو اختیار کرتا ہے۔ ایک شخص دنیا سے اندھی محبت رکھتا ہے اور دنیا کو اپنے پیارے رب کے لئے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ایک شخص مُطْمَئِنٌّ بِالْكُفْرِ ہے اور شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا اس کا اس کے اوپر اطلاق ہوتا ہے اس کے متعلق خدا یہ اعلان کرتا ہے کہ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ خدا کا غضب ایسے لوگوں کے اوپر نازل ہوتا ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے عذابِ عظیم مقدر کیا یعنی جو شخص اپنی مرضی سے دنیا سے پیار کرنے والا کفر کی راہوں کو اختیار کرنے والا اور کفر پر شرحِ صدر رکھنے والا ہے یہ تصویر کھینچ دی نا اس آیت نے اب اگر کوئی شخص جبراً اس کے منہ سے یہ کہلوائے کہ میں ایمان لایا یا اگر کوئی جبراً اس شخص سے نماز پڑھوائے تو وہ تو اسے یہ کہے گا جبر کرنے والا کہ خدا تجھے جنت میں لے کر جائے گا لیکن خدا کی وحی اور خدا کا کلام اسے یہ سنا رہا ہوگا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ کہ یہ جو کہتے ہیں کرتے رہیں لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ تیرے اوپر میرا غضب نازل ہوگا اور تیرے لئے میں نے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اس سے ہمیں پتا لگتا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے اور قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ کے معنی کیا ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے کہ جب دل میں ایمان نہیں تو جبر جو صرف ظاہر پر کیا جا سکتا ہے وہ بے نتیجہ ہے اور کسی کا یہ خیال کرنا کہ اس سے کوئی اچھا نتیجہ اسلام کے حق میں یا اس شخص کے لئے جس پر جبر کیا گیا ہے نکل آئے گا قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق نہیں ہے۔

ایک اور جگہ سورۂ مومنون میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آیت تو میں نے ایک لی ہے جو میں اب پڑھوں گا لیکن اس کے علاوہ کچھ آیتیں آئی ہیں ان کا میں ترجمہ صرف سناؤں گا آپ کو تا کہ مضمون آپ کے ذہن میں آجائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (المومنون:۷۱،۷۲) کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے (مگر ایسی بات نہیں) بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر آیا ہے اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں۔ اگر حق ان کی خواہشات کی اتباع کرتا تو آسمان اور زمین اور جو ان کے اندر بستے ہیں تباہ ہو جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے پاس ان کی عزت کا سامان لے کر آئے ہیں اور وہ اپنی عزت کے سامان سے اعراض کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- مجرم یقیناً جہنم کے عذاب میں مدتوں مبتلا رہیں گے۔ ان کے عذاب میں وقفہ نہیں ڈالا جائے گا اور وہ اس میں مایوس ہو جائیں گے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک (جو دوزخ کے داروغہ کا نام ہے) تیرے رب کو چاہیئے کہ ہمیں موت دے دے۔ (آگے سے مالک ان کو جواب دے گا اور) کہے گا تم دیر تک اس میں رہو گے۔ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ (الزخرف:۷۹) اور خدا ان سے کہتا ہے ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت اور کراہت کرتے تھے۔ وہ شخص جو دل سے یہ نفرت اور کراہت کرنے والا ہے حق سے، زبان سے کچھ کہلوا لینا اس سے نہ اس کی بہتری کے لئے ہے نہ اسلام کی بہتری کے لئے ہے۔

یہ دو آیات میں نے اس لئے آپ کے سامنے رکھی ہیں کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ میں ایک کراہت کو دور کرنے کا جبراً ذکر کیا ہے تو اور دونوں جگہ ایک جگہ وَ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ اور دوسری جگہ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا یعنی حق سے کراہت کرنے والے اور کفر کے لئے شرح صدر رکھنے والے اور مطمئن، ان کے دل مطمئن ہیں کفر پر اور شرح صدر ہے ان کا کفر پر اور حق سے وہ کراہت رکھنے والے ہیں۔ یہ ہے ان کی کیفیت ان آیات میں بتائی گئی۔ ان کے متعلق کہا گیا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین کے معاملہ میں ایسے لوگوں کو

جبراً تم مسلمان نہیں بنا سکتے جبراً تم نیکیاں نہیں کروا سکتے کیونکہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ دلائل کے ساتھ اور بینات کے ساتھ حقیقت کو واضح کر دیا گیا اور کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سورۂ یونس میں فرماتا ہے:-

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا (یونس:۱۰۰) اگر جبر کرنا ہوتا اگر جبر کو جائز رکھنا ہوتا تو انسان پر کیوں چھوڑا جاتا جبر، خدا تعالیٰ خود جبر کرتا۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس:۱۰۰) اور اگر اللہ تعالیٰ ہدایت کے معاملہ میں اپنی ہی مشیت کو نافذ کرتا تو جس قدر لوگ زمین پر موجود ہیں وہ سب کے سب ایمان لے آتے۔ پس جب خدا تعالیٰ مجبور نہیں کرتا تو کیا تُو لوگوں کو (محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں) مجبور کرے گا وہ مومن بن جائیں یعنی جن کے دلوں میں حق سے اتنی کراہت جو کفر کے لئے اس قدر شرحِ صدر رکھتے ہیں وہ زبردستی تو ان کے دل نہیں بدلے جا سکتے نہ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا کی جو کیفیت ہے وہ دور کی جا سکتی ہے۔ نہ یہ جبراً اکراہ سے کراہت دور نہیں کی جا سکتی۔ اس کو دور کرنے کے لئے بینات اور دلائل ہیں جو خدا تعالیٰ نے بڑی کثرت کے ساتھ اسلام کے حق میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے۔ دلائل قرآنی جو ہیں وہ اتنی وسعت ہے ان میں کہ قیامت تک خدا تعالیٰ کے اس کلام سے ایک کے بعد دوسرا، ایک کے بعد دوسرا، روشن ستارہ نکلتا چلا آتا ہے انسان کی ہدایت کے لئے۔ اور علوم کے میدانوں میں، عقلی علوم کے میدانوں میں روحانی علوم کے میدانوں میں ایک روشنی جو ہے وہ پیدا ہوتی چلی جارہی ہے اور قرآن کریم کی ہر نئی تفسیر جو ہر نئے زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے والی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو ثابت کرنے والی اور آیت کی شان کو قائم رکھنے والی ہے اور خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت اور آسمانی نشانات جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دنیا پر ظاہر ہوئے اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک ممتد ہے اور خدا تعالیٰ کے نیک بندے امتِ محمدیہ میں ایک ایک وقت میں بعض دفعہ لاکھوں کی تعداد میں مختلف خطوں میں پیدا ہوئے جنہوں نے خدا تعالیٰ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں اور آپ کی صداقت اور شان کو ظاہر کرنے کے لئے معجزات دکھائے انسان کو۔ اور یہ

سلسلہ جو ہے وہ میں نے جیسا کہ بتایا قیامت تک ممتد ہے لیکن اس قدر دلائل سننے کے بعد اس قدر نشانات دیکھنے کے بعد بھی جس کا دل حق سے کراہت رکھتا اور جس کا سینہ بشاشت سے کفر کو قبول کرتا ہے اس پر جبر کر کے تو نہیں منوایا جا سکتا۔

پھر جیسا کہ میں نے بتایا یہاں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ جو نیکی ہے اس کا بدلہ تو خدا تعالیٰ نے دینا ہے اگر میں یا آپ کسی پر جبر کر کے اس سے نیکی کے کام کروائیں تو وہ میرے سامنے ہاتھ پھیلائے گا نا کہ مجھے بدلہ دو تم نے جو مجھ سے یہ کام کروائے ہیں مجھے خدا کی رضا کی جنتوں کا پروانہ لکھ کے دو۔ تو کون ایسا انسان ہے جو کسی دوسرے انسان کو ایسے پروانے لکھ کے دینا شروع کر دے اور خدا تعالیٰ ان کو مان بھی لے۔ بدلہ تو خدا نے دینا ہے اور خدا ظاہری اعلان کو دیکھ کر تو بدلہ نہیں دیتا۔ خدا تعالیٰ تو، بعض بدبخت ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کے اعمال انسان کی نگاہ میں بڑے پیارے اور مخلصانہ ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ انہیں قبول نہیں کرتا بوجہ کسی ایسی خباثت کے جو ان اعمال کے پیچھے پوشیدہ ہوتی ہے اور ان کے منہ پر مار دیئے جاتے ہیں ان کے اعمال نامے۔ حدیثوں میں کثرت سے اس کا ذکر ہے تو جس نے بدلہ دینا ہے اور جو علام الغیوب ہے اور جس پر کوئی زبردستی کر کے اس کے قانون اس کی خواہش اور منشاء کے خلاف کچھ کروا نہیں سکتا۔ اس سے کیسے جزا دلوائی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکھف:۳۰) کا اعلان کیا۔ خدا تعالیٰ نے تو یہ کہا کہ اپنی مرضی سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور مجھ سے اگر پیار حاصل کرنا چاہتے ہو تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کرو، اپنی مرضی سے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد بھی کوئی زبردستی نہیں کیونکہ اگر مسلمان ہونے کے بعد کوئی زبردستی ہوتی تو اسلام کے اندر نہ فاسق کوئی ہوتا نہ منافق کوئی ہوتا۔ اپنی مرضی سے اخلاص کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت جو کامل محبت کا تقاضا کرتی ہے جس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کا پیار ملتا ہے اس کی معرفت ملتی جس کے نتیجہ میں خدا کا عرفان حاصل ہوتا خدا کے لئے دل میں محبت کا ایک سمندر موجزن ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ اس قابل سمجھتا ہے اس پاک بندے کو جو اس پاک کی خاطر خود کو

پاک بناتا ہے کہ اس سے وہ پیار کرے اپنی رضا کی جنتوں میں اسے داخل کرے تو لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔

پہلوں نے بھی باوجود اس کے کہ بہت سی غلط قسم کی روایتیں بھی ان کے پاس پہنچ چکی تھیں لیکن جو حقیقت تھی وہ بھی انہوں نے کھول کے بیان کر دی۔ ان میں سے چند حوالے اس وقت میں پڑھ کے سناؤں گا آپ دوستوں کو۔

ہمارے ایک مشہور بزرگ مفسر قرآن ہیں امام رازی۔ یہ ساتویں صدی ہجری کے ہیں۔ ان کی وفات ہوئی یعنی چھٹی کہنا چاہیئے زیادہ زندگی انہوں نے گذاری چھٹی میں، ۶۰۶ ہجری میں۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کے نیچے وہ لکھتے ہیں بعض حوالے دے کر پہلوں کے کہ خدا تعالیٰ نے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کی تفسیر کرتے ہوئے:-

خدا تعالیٰ نے ایمان کی بنیاد جبر واکراہ پر نہیں رکھی بلکہ ہر انسان کی طاقت اور اختیار پر رکھی ہے۔ توحید کے متعلق فیصلہ کن اور واضح بیان دینے کے بعد فرمایا کہ ان دلائل کی توضیح کے بعد کافروں کے لئے کفر پر قائم رہنے کا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ اس کو ایمان پر مجبور کر دیا جائے (یعنی جتنے دلائل دیئے جانے چاہیئے تھے وہ دے دیئے گئے۔ حق آ گیا نا، جاء الحق اور معجزات بھی دکھائے گئے اور کوئی وجہ نہیں کہ یہ ایمان نہ لائیں۔ اب جو وہ ایمان نہیں لاتے تو ایک ہی صورت رہ جاتی ہے باقی کہ ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ ایمان لائیں لیکن وہ کہتے ہیں) اور کسی پر جبر واکراہ دنیا میں جو دارالابتلا اور دارالامتحان ہے جائز نہیں کیونکہ دین میں جبر واکراہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ابتلا اور امتحان کا مقصد باطل ہوگیا۔ اسی فرمان کی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت کا میں ترجمہ کروں گا) کہ جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر اختیار کرے اور ایک دوسری سورۃ میں فرمایا کہ اگر تمہارا رب جبر کرنا چاہتا تو زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے لیکن خدا نے ایسا نہیں کیا۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ ایمان لے آئیں اور پھر ایک اور جگہ فرمایا کہ شاید کہ تو تباہ کر دے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ (الشعرآء:۴) شاید کہ تو تباہ کر دے اپنی جان کو اس فکر سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اگر ہم انہیں مجبور کرنا چاہتے تو ہم ان پر آسمان سے کوئی ایسا نشان نازل فرما دیتے کہ اس کے سامنے

ان کی گردنیں جھکنے پر مجبور ہو جاتیں اور اس معنی کی تائید اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے (جو اسی آیت میں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے آگے ہے قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ اس کی طرف اس کے معنی کر رہے ہیں) اور اس معنی کی تائید اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ اس کے بعد ہے (لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کے بعد ہے) کہ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے یعنی اس کے دلائل ظاہر ہو چکے ہیں اور اس کے بعد ان کو ایمان کی طرف لانے کے لئے کوئی طریق باقی نہیں رہا۔ (یعنی ہر وہ طریق جو کسی کو Convince کرنے کے لئے جو کسی کو سمجھانے کے لئے جو کسی پر ہدایت کھولنے کے لئے ممکن تھا وہ طریق اختیار کیا گیا وہ دلائل دے دیئے گئے معجزات دکھا دیئے گئے) اور یہ جائز نہیں، کوئی طریق باقی نہیں رہا سوائے جبر کے اور یہ جائز نہیں کیونکہ یہ ذمہ داری کے خلاف ہے (کہ ہر آدمی پہ جو ذمہ واری ہے کہ اپنی مرضی سے کرے یہ اس کے خلاف ہے جو بنیادی۔ پہلے میں نے بتایا تھا کہ یہ جو انسان کی پیدائش کا منصوبہٗ باری ہے اس کے خلاف ہے)۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ:-

”لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا بعض کے نزدیک یہ مطلب بھی ہے جو شخص جنگ کے بعد دین میں داخل ہوا ہو اس کے متعلق یہ نہ کہو کہ وہ مجبور ہو کر دین میں داخل ہوا ہے“۔

اسلام جب آیا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری دنیوی کمزور حالت میں رہے لمبا عرصہ مکی زندگی میں، تیرہ سال پھر مدینے ہجرت کر کے تشریف لے گئے۔ پھر وہاں حملہ آور ہوئے رؤسائے مکہ اور انہوں نے سارے عرب کو اپنے ساتھ ملایا اور یہ فیصلہ کیا کہ اسلام کو دنیا سے مٹا دیں گے اس وقت تو وہی چند مسلمان تھے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو چکے تھے، تو دفاعی جنگیں اسلام کو لڑنی پڑیں۔ دفاعی جنگیں بھی لڑیں لیکن جنگ کی بعض شکلیں معجزانہ صورتیں بھی اختیار کر جاتی ہیں عقلمند آدمی کے لئے مثلاً بدر میں تین سو کچھ صحابہ کا نہتے، نہ کپڑے ٹھیک، نہ ہر ایک کے پاس جوتا بھی تھا اور اس کے مقابلے میں بڑے کرّوفر کے ساتھ رؤسائے مکہ حملہ آور ہوئے تھے لیکن ان کا سر وہاں کٹ گیا اور شکست کھائی اور وہ واپس آئے

اس وقت بہتوں نے سمجھا ہوگا کہ اتنی کوشش جو کی ہے جب تک اس چھوٹی سی جماعت کے پیچھے کوئی زبردست خدائی ہاتھ نہ ہو اس وقت تک یہ چیز نہیں ہے، یہ نظارہ نہیں ہماری آنکھیں دیکھ سکتیں تو وہ ایمان لے آئے تو لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ کا بعض لوگوں نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ جنگ کے بعد اس قسم کی دلی تبدیلی پیدا ہوجانے کے نتیجہ میں اگر کافر کچھ، مومن بھی ہوجائیں تو یہ نہ کہو کہ جنگ کی وجہ سے مجبور ہوگئے وہ۔ جنگ کی وجہ سے مجبور نہیں ہوئے جنگ تو دفاعی کی گئی تھی جنگ میں تو کمزوری کی حالت میں جب وہ جنگ کی گئی تھی۔ ظاہری حالات میں اس جنگ میں جیتنا ناممکنات میں سے تھا لیکن اس جنگ نے بعض عقلمندوں کو ایک نشان دکھایا خدا کا اور اس نشان میں انہیں خدا تعالیٰ کا ہاتھ نظر آیا۔ اس ہاتھ کو انہوں نے پکڑا اور وہ اسلام کی طرف آگئے۔ تو ایسوں کو یہ نہ کہو کہ تم دل سے ایمان نہیں لائے مجبور ہوگئے ہو۔ اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں۔ کیونکہ جب وہ جنگ کے بعد دین میں داخل ہونے کے لئے راضی ہوگئے دل سے اور اس کا اسلام صحیح ہوا تو وہ مجبور نہیں کہلائیں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ایسے لوگوں کو اکراہ و جبر کی طرف منسوب نہ کرو۔

’’اس کی مثال دوسری جگہ یہ ملتی ہے (یہ امام رازیؒ ابھی فرما رہے ہیں) جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص تمہیں سلام کہے تم اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں صرف ظاہر سے اسلام کا اعلان کر رہا ہے‘‘۔

علامہ الوسی ہیں۔ ان کی ایک تفسیر ہے روح المعانی۔ وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ انہوں نے یہ، ان کی وفات ہوئی ہے ۱۲۷۰ء میں۔ تو مختلف روایتیں جو ان تک پہنچیں مختلف تفاسیر ان کا ذکر کر کے وہ کہتے ہیں:-

> ’’اس آیت کی ایک تفسیر یہ کی گئی ہے کہ دین کے متعلق خدا کی طرف سے کسی قسم کا جبر نہیں بلکہ اس کا سارا دارومدار اختیار اور رضا پر ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر ابتلا اور امتحان کا وجود ہی بے فائدہ ہوجائے اور یہ آیت ویسی ہی ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا کہ جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے‘‘۔

اور تفسیر المنار، محمد عبدہٗ کی ہے وہ درس دیتے تھے ان کے شاگرد نے لکھی ہے۔ وہ لکھتے

ہیں کہ ”ابن جریر نے بہت سی روایات جمع کی ہیں جن میں ہے کہ جاہلیت میں عورتیں نذر مانا کرتی تھیں“۔ (جاہلیت کے زمانہ میں یہودی مذہب اور عیسائی وہاں بستے تھے۔ مدینے میں بھی تھے تو یہ مدینے کی بات ہے) ”جاہلیت میں عورتیں نذر مانا کرتی تھیں کہ ہم اپنے بچوں کو یہودی بنادیں گے تا کہ وہ زندہ رہیں“۔ (جن عورتوں کے بچے مرجاتے تھے وہ حب اٹھرا کھانے کی بجائے نذر مانتی تھیں کہ یہودی بنادیں گے تا کہ وہ زندہ رہیں)۔ ”پھر مسلمانوں کو اسلام نصیب ہوا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے ان بچوں کو جو اہلِ کتاب کے دین پر ہیں مجبور کریں کہ وہ اسلام لے آئیں“۔ (جو بچے یہودیوں نے لے لئے تھے) اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر یہ کہتے ہیں بہت سی روایات جمع کی ہیں اور یہ ان کا آپس میں پھر جھگڑا ہو گیا نا۔ جو اصل ماں باپ تھے وہ کہتے تھے کہ پہلے اسلام تھا ہی نہیں۔ ہم نے یہودی مذہب کو اپنے سے بہتر سمجھا اور نذر مانی۔ اب یہودی مذہب سے زیادہ اچھا ایک کامل اور مکمل مذہب ہمیں مل گیا ہے اسلام کی شکل میں اب تمہارے پاس کیوں رہنے دیں اپنی اولاد کو۔ یہ اختلاف ان میں پیدا ہو گیا اور اس اختلاف کا فیصلہ کیا۔ یعنی اس آیت کے نزول کی وجہ جو ہے وہ یہ بیان کرتی ہیں روایات۔ اور سعید بن جبیر کی روایت میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے اترنے پر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لوگوں کو اختیار دیا ہے اگر وہ چاہیں وہ بچے جو یہودی لے چکے تھے یا عیسائی خاندان لے چکے تھے اگر وہ چاہیں تو تمہیں ترجیح دیں اور تم میں داخل ہو جائیں۔ اگر وہ چاہیں تو وہ ان کو ترجیح دیں اور ان میں داخل رہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی تفسیر جو انہوں نے کی وہ کہتے ہیں۔ ”میں کہتا ہوں کہ یہ حکم“۔ بڑا ان کے دماغ نے یہاں کام کیا ہے۔ ”میں کہتا ہوں کہ یہ حکم اس دین کا ہے جس کے متعلق اس کے دشمن“، اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے کو اس دین کا دوست خیال کرتے ہیں۔ ”میں کہتا ہوں“۔ میں پڑھتا ہوں دوبارہ۔ ”میں کہتا ہوں کہ یہ حکم ہے اس دین کا جس کے متعلق اس کے دشمن اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ طاقت اور تلوار کے ساتھ کھڑا ہوا اور وہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا (طاقت کے بل بوتے) اس حال میں کہ طاقت ”اور وہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا اس

حال میں کہ طاقت اس کے دائیں ہوتی اور جو اسے قبول کرتا وہ نجات پا جاتا اور جو اسے قبول نہ کرتا تو تلوار اس کا فیصلہ کر دیتی‘‘۔

کہتے ہیں یہ اُس مذہب نے فیصلہ دیا ہے جس کی روایتیں ہیں۔ ’’ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یہ تلوار اس وقت بھی کام کر رہی تھی جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ چھپ کر نماز ادا کیا کرتے اور جب کہ اسلام لانے پر مسلمان کو قسم قسم کے عذاب دیئے جاتے اور کوئی نہ تھا جو ظالموں کو ظلم سے روکے۔ حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ہجرت پر مجبور ہوگئے۔ یا کیا وہ کہتے ہیں کہ جبر و اکراہ مدینہ میں استعمال کیا گیا بعد اس کے کہ اسلام سربلند اور غالب ہو چکا تھا اور یہ آیت تو اس غلبہ کے ابتدائی دور میں نازل ہو چکی تھی‘‘۔ آیت کا نزولِ زمانہ جو ہے وہ امام بخاری کے نزدیک ۳ھ میں غزوۂ احد ہے اور یہ اس سے پہلے آیت نازل ہو چکی تھی۔ تو بالکل ابتدائی زمانہ میں تھی اس وقت کب عروج ہوا تھا؟ وہ تو جنگ احزاب میں بھی پیٹ پہ پتھر باندھ کے پھرتے تھے اور جانوں کی فکر لگی ہوئی تھی اور منافق جو تھے وہ ریشہ دوانیوں میں تھے اور یہود جو تھے وہ اپنا فتنہ تیز کرنے کی کوشش میں تھے۔ اس وقت تو بڑی کمزوری کی حالت تھی ۳ھ میں اور مکہ کے کفار ہمیشہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ بنو نضیر نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور دو دفعہ آپ کو ہلاک کرنے کی تدبیر کی۔ یہ وہ زمانہ ہے اس آیت کے بعد یہ واقعات ہوئے ہیں حالانکہ وہ مدینہ میں آپ کی پناہ میں رہ رہے تھے۔ آخر حضور نے ان کا محاصرہ کیا اور وہ ہار کر مدینہ سے نکل گئے اور جن مسلمانوں نے اجازت مانگی تھی جب یعنی ان کی شرارتوں کی وجہ سے ان کو مدینہ چھوڑنا پڑا تو مسلمانوں نے جب وہ جانے لگے تو مسلمانوں نے اجازت مانگی ہم اپنے بچے جو ہیں وہ ان کے پاس نہیں رہنے دیتے اور جن مسلمانوں نے اجازت مانگی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو جو یہودی ہو چکے تھے مجبور کر کے مسلمان بنائیں انہیں اس کی اجازت نہ فرمائی۔

یہ اُستاد امام شیخ محمد عبدہٗ نے لکھا ہے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ ’’دراصل وہی پہلا دن تھا جس میں مسلمانوں کو کسی قدر جبر و اکراہ کا خیال آیا۔ یہ محمد عبدہٗ نے لکھا ہے اپنی تفسیر میں ’’دراصل وہی پہلا دن تھا جس میں مسلمانوں کو کسی قدر جبر و اکراہ کا خیال آیا اور اسی دن یہ فرمان نازل

ہوا کہ دین میں جبر و اکراہ جائز نہیں‘‘۔

استاد امام شیخ محمد عبدہٗ نے فرمایا کہ:-

’’عام مذاہب میں خصوصاً عیسائیوں میں یہ دستور تھا کہ وہ لوگوں کو جبراً اپنے مذہب میں داخل کرتے اور یہ مسئلہ دراصل دین کی نسبت سیاست سے زیادہ تعلق رکھتا ہے کیونکہ ایمان جو دین کا اصل اور جوہر ہے اس کے معنی ہیں نفس کا جھک جانا اور فرمانبردار ہو جانا۔ اور ناممکن ہے کہ یہ جھکنا اور یہ فرمانبرداری جبر اور زبردستی سے پیدا ہو۔ یہ صرف وضاحت اور دلیل سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے جب اکراہ و جبر کی نفی فرمائی تو فرمایا قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ کہ ظاہر ہو چکا ہے کہ اس دین میں ہدایت فلاح اور نور کی طرف پیش قدمی ہے اور جو مذاہب اس کے خلاف ہیں وہ گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہیں‘‘۔

یہ چند ایک مثالیں میں نے اس وقت دینی تھیں۔ اسلام نے بڑی وضاحت سے دلائل دے کر سمجھا کر حقیقت کھول کر پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ اس عظیم دین میں اس کامل دین میں اس مکمل دین میں اس حسین تر دین میں بنی نوع انسان پر عظیم احسان کرنے کی طاقت رکھنے والے دین نے دین کے معاملہ میں جبر کو جائز قرار نہیں دیا۔ نہ مذہب کے معاملہ میں جائز قرار دیا نہ کسی مسلمان کے ذہن میں یہ بات پیدا ہونے دی کہ اطاعتِ حقیقی جبر سے بھی کروائی جا سکتی ہے یعنی ہماری عقلوں کو بھی یہ باور کروایا کھول کے بیان کیا ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی عقلمند سوچ نہیں سکتا کہ جبراً حقیقی اطاعت کروائی جا سکتی ہے۔ جبراً ظاہری اطاعت کا تو امکان ہے لیکن جبراً حقیقی اطاعت جب دل میں بشاشت پیدا ہو جب سینوں میں شرح پیدا ہو فراخی اور وسعت پیدا ہو جب روح میں نور پیدا ہو جب انسان کے وجود میں خدا تعالیٰ کا پیار سمندر کی لہروں کی طرح موجزن ہو جائے۔ یہ جبر سے ہو سکتا ہے؟ تو ہمیں جب کہا خدا نے کہ جب یہ ناممکن ہے کہ جبر اور اکراہ اور زور کے ساتھ اور طاقت کے ذریعہ سے کسی کے دل میں تبدیلی پیدا کی جائے تو ہر وہ ازم یا ہر وہ مذہب جو اس کے برعکس خیال کرتا ہے وہ خدا کی مرضی کے خلاف باتیں کر رہا ہے۔ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی روح کو سمجھنے کی توفیق عطا کرے اور اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق دے

کہ ہم اسلام کے حسن کو اور اسلام کی پیاری تعلیم کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرسکیں جو ابھی تک اسلام کے فائدوں سے فائدہ نہیں حاصل کر سکے، استفادہ نہیں حاصل کر سکے تاکہ وہ جن نیکیوں سے محروم ہیں، جن فائدوں سے محروم ہیں، جن برکتوں سے محروم ہیں، جن رحمتوں سے محروم ہیں خدا تعالیٰ کی جن نعماء سے محروم ہیں ان کی یہ محرومی دور ہو اور وہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں اور ہم سب بھائی بھائی بن کر ایک حسین ترین معاشرہ اس دنیا میں قائم کریں اور خدا تعالیٰ کے پیار کو سارے کے سارے انسان مل کر مرنے کے بعد حاصل کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)